سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۸۵

اسلامی کلچر کیا ہے؟
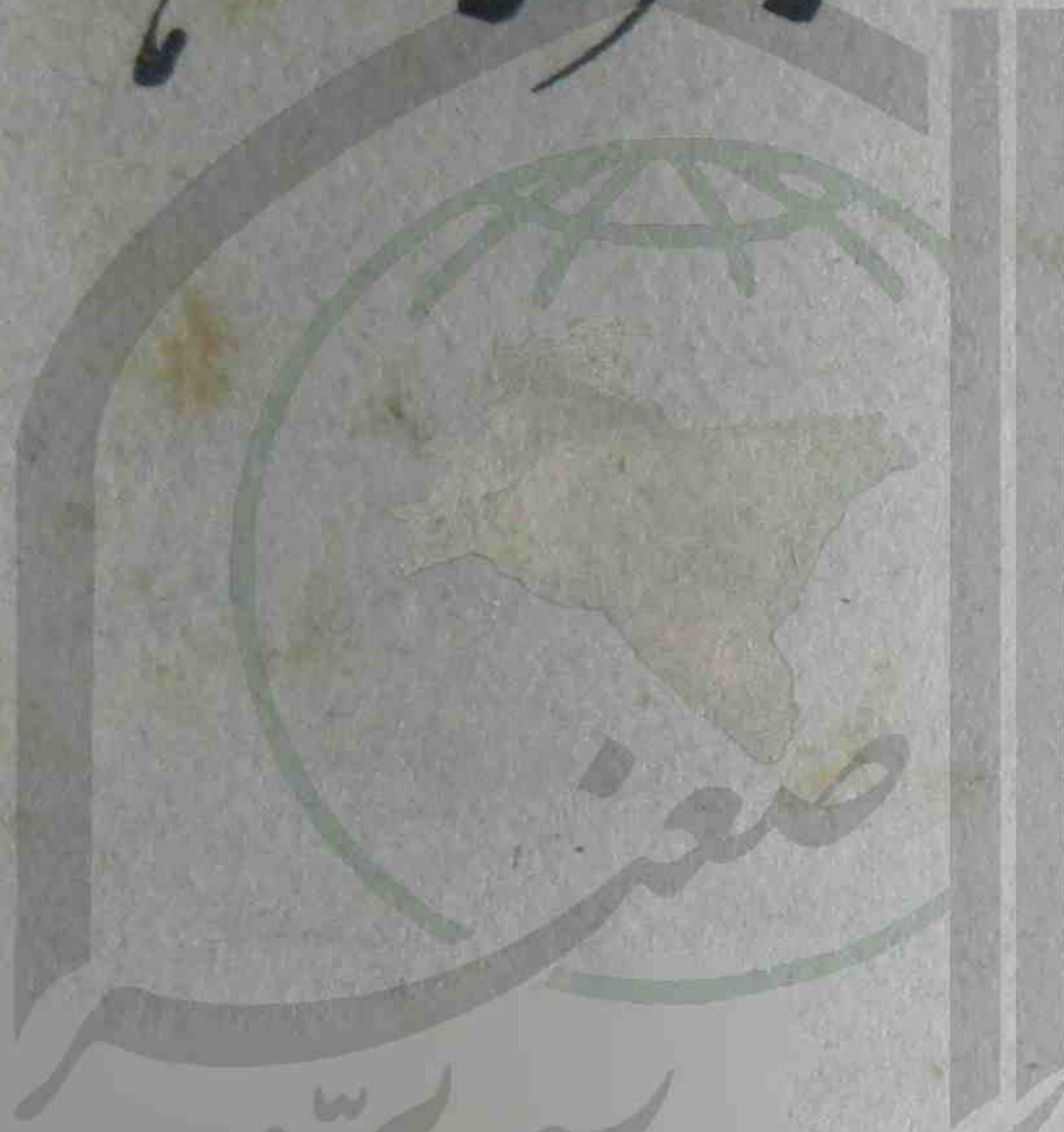
از قلم
سرکار سید العلماء الحاج سید علی نقی النقوی صاحب قبلہ
مجتہد العصر مدظلہ

قیمت ۲ر آنے

امامیہ مشن پاکستان

کے سلسلۂ اشاعت کا نمبر ۸۵ "اسلامی کلچر کیا ہے؟" آپ کے زیر نظر ہے۔ یہ مقالہ پہلی بار مشن کے ماہوار آرگن "پیام عمل" لاہور میں شائع ہوا۔ اسکی افادیت کے پیش نظر امامیہ مشن لکھنؤ نے اسکو خوبصورت کتابچہ اپنے سلسلۂ اشاعت کے نمبر ۲۷ کے تحت مارچ ۵۹ء میں شائع کیا۔

آپکو یاد ہوگا کہ جنوری ۵۹ء عروس البلاد لاہور میں اسلامیات پر بین الاقوامی مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی تھی۔ اس میں ایک دن "اسلامی کلچر" کے موضوع پر مقالات پیش کیے جانے کا تھا مگر جتنے بھی مقالات پڑھے گئے ان سے یہ واضح ہوتا تھا کہ اسلامی کلچر کے بارے میں شدید غلط فہمی پائی جاتی ہے چنانچہ مشن کے زیر اہتمام ۶ جنوری ۱۹۵۸ء کو برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں ایک جلسہ کا انعقاد کیا گیا جس میں سرکار سید العلماء مدظلہ نے اس موضوع پر ایک معرکۃ الآراء تقریر فرمائی (جس کا خلاصہ پیام عمل فروری ۱۹۵۸ء میں شائع کیا گیا تھا۔)

مذکورہ کلوکیم میں اس موضوع پر ایک مقالہ ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب پروفیسر پنجاب یونیورسٹی نے پیش فرمایا جس کا سرکار سید العلماء مدظلہ نے زیر نظر کتابچہ میں تنقیدی جائزہ لیا ہے اس کے مطالعہ سے اس مسئلہ کے بنیادی خطوط بہت روشن نظر آتے ہیں۔ علم دوست اسے یقیناً پسند فرمائیں گے۔

افرادِ ملت سے استدعا ہے کہ اس مفید کتابچہ کی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

جنرل سکریٹری امامیہ مشن پاکستان لاہور ۲

فروری ۱۹۶۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی کلچر کیا ہے؟

لاہور میں بین الاقوامی مجلس مذاکرہ میں اس موضوع پر ایک مقالہ ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب پروفیسر پنجاب یونیورسٹی کا پیش ہوا جس کی عربی زبان کی کاپی میرے سامنے ہے۔ اس کی ابتدائی سطور حسب ذیل ہیں :۔

کان الاسلام قبل شیئ دنیا ادی فیما بعد الی نشؤ دولۃ ثم حضارۃ تکونت خلال قرون طویلۃ واخذت لہا صبغۃ خاصۃ تحت تاثیر التعالیم الاسلامیۃ وھذا ما نسمیۃ بالثقافۃ الاسلامیۃ

(یعنی) اسلام سب سے پہلے تو ایک دین تھا جو بعد میں ایک سلطنت کے پیدا کرنے کا باعث ہوا۔ اور پھر ایک تمدن کا جس کی صدیوں کی طویل مدت میں تشکیل ہوئی اور اس نے تعلیمات اسلامی کے اثر کے ماتحت اپنا ایک خاص رنگ اختیار کیا۔ اسی کو ہم "اسلامی کلچر" کہتے ہیں۔ اس بیان میں جو تین درجے قائم کیے گئے ہیں :۔

(۱) اسلام سب سے پہلے دین تھا۔

(۲) پھر بعد میں وہ ایک سلطنت کے پیدا کرنے کا باعث ہوا۔

(۳) پھر اس نے ایک تمدن کو پیدا کیا جس کی صدیوں میں تشکیل ہوئی اور تعلیمات اسلامیہ کے ماتحت اس کا ایک خاص رنگ رہا۔ اسکا ہر جز بحث طلب ہے۔

"سب سے پہلے دین تھا" سوال یہ ہے کہ یہ دین صرف انفرادی زندگی سے

متعلق تھا یا اس میں اجتماعی زندگی کے اصول بھی تھے؟ بین الاقوامی روابط بھی تھے اور امن وامان کی ضمانت رکھنے والے ہدایات بھی تھے؟
اگر یہ سب کچھ تھا تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ وہ بعد میں ایک سلطنت کے قیام کا باعث ہوا۔ اگر سلطنت کے تمام مفادات اسی دین کے اندر مضمر تھے تو یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ اس دین کے قیام کے ساتھ ہی ساتھ ایک حکومتِ عادلہ کا بھی قیام ہو گیا۔ جس کے سربراہ خود پیغمبر اسلامؐ تھے اور اگر اس دین کا تعلق اجتماعی زندگی سے کچھ نہ تھا بلکہ وہ صرف تعلقات بین الخالق والمخلوق کا کفیل تھا جو مذہب کا مفہوم یورپ کے یہاں ہے کہ وہ انسان کی شخصی زندگی سے متعلق ہے اور یہی مطالبہ روس اور تمام موجودہ ممالک میں مسلمانوں سے رہا ہے کہ وہ اسلام کو اپنی شخصی زندگی میں محدود رکھیں۔ اگر پروفیسر صاحب کے نزدیک اسلام کی حقیقت بس یہی ہے تو پھر بعد میں جو دولت قائم ہوئی اس کا اسلام کے اصول سے کیا ربط ہے؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ دولت مسلمانوں نے قائم کی مگر اسے اسلام کی طرف منسوب کرنے کا کیا مطلب ہے جب کہ اسلام کو دولت کے حدودِ عمل سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔
پھر اس سلطنت کے نتیجہ میں صدیوں کی طویل مدت کے اندر جس تمدن کی بنیاد پڑی اس تمدن کو مطلق طور پر اسلامی تمدن کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ اور پھر جب کہ اسلامی تعلیمات نظام اجتماعی سے تعلق ہی نہ رکھتے تھے تو اس تمدن میں جس کی صدیوں کی مدت میں تشکیل ہوئی تعلیماتِ اسلامی کا اثر کس طرح نمودار ہوا ہے؟ جبکہ وہ تعلیمات عہدِ رسالت ہی میں مکمل تھے اور اس تمدن نے صدیوں کی طویل مدت میں نشو ونما پائی تو اس تمدن کو آس پاس ممالک کے قومی خصوصیات کا نتیجہ کیوں نہ سمجھا جائے۔ اور

اسے اسلام کے سر منڈھ کر "اسلامی کلچر" کے نام سے کیوں موسوم کیا جائے؟

اپنے نقطۂ نظر کی مزید تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے الگ الگ تین منزلیں قائم کی ہیں

(۱) پہلے جماعت اسلامی کا پیدا ہونا۔

(۲) دوسرے اسلامی حکومت کا قائم ہونا۔

(۳) تیسرے اسلامی تمدن کی پیدائش۔

پہلی منزل میں وہ لکھتے ہیں:۔

لقد اقامت تعالیم الرسول جماعۃ مستقلۃ لہا نظامہا الخاص فی تشریعہ والادارۃ والحکم وکان ھذا النظام قائما علی التعالیم الدینیۃ مخالفا النظام العرب قبل الاسلام الذی کان قائما علی اساس العصبیۃ القبلیہ

"پیغمبر اسلامؐ کے تعلیمات نے ایک مستقل جماعت قائم کر دی جس کا اپنے قانون اور انتظام اور حکمرانی میں ایک خاص نظام تھا۔ اور یہ نظام دینی تعلیمات پر قائم تھا اور اس طرح عربوں کے قبل اسلام والے اس نظام سے مختلف تھا جو قبائلی تعصب کی بنیاد پر قائم تھا۔"

اس سے یہ بات تو صاف ہو گئی کہ اسلام کوئی ویسا مذہب نہیں جو اجتماعی زندگی سے الگ تھلگ رہے۔ بلکہ اس کا شروع سے خود قانون بھی ہے، ملکی انتظام اور فوجداری کے تعزیرات وغیرہ سب کے اصول اور آئین بھی ہیں اسکی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دینی تعلیمات پر قائم ہے۔

پھر جب ایسا ہے تو شروع سے اس کی ایک حکومت اور اس کا خاص ایک کلچر کیوں نہ مانا جائے۔ حکومت ایسی جو ان حکومتوں سے مختلف ہے کسی شخصی یا جماعتی یا قبائلی یا جمہوری اقتدار کی بنا پر قائم ہوتی ہیں اور کلچر بھی ایسا جس میں مادی زیب و زین پیش نظر

نہیں ہے. بلکہ صلاح و تقویٰ پیش نظر ہے۔ اسی حکومت کو اسلام میں معیارِ حکومت کے
لیے اور اسی کلچر کو اسلامی کلچر سمجھنے کے لیے معیار قرار دینا چاہیئے۔
اب اگر مسلمانوں ہی کی حکومت ہو مگر وہ آئین و نظام کے اعتبار سے اس حکومت
کے مطابق نہ ہو تو وہ غیر اسلامی حکومت ہے اور اگر مسلمانوں کے عادات و خصائل اور
معاشرت میں ایسے اجزا آ جائیں جو اس اوّلین کلچر سے اصولی طور پر مختلف ہیں تو وہ غیر اسلامی
کلچر ہے، چاہے اس کے اختیار کرنے والے مسلمان کیوں نہ ہوں۔

دوسری منزل میں ارشاد ہوتا ہے :۔

من هذه الجماعة المسلمة فی المدینة نشأت الدولة الاسلامية وکان
النبی صلعم زعیمها الدینی کما کان رئیس ادارتها المدینة وقاضیها الاکبر
الذی یحکم ویفصل فی القضایا والخلافات التی تعرض علیه کما کان بجانب ذلك
قائدها الحربی۔

(یعنی) اس اسلامی جماعت سے مدینہ میں آ کر اسلامی حکومت پیدا ہوئی اور پیغمبر اس
کے دینی پیشوا تھے جس طرح اس کے ملکی ادارہ کے سربراہ بھی اور سب سے بڑے قاضی بھی
تھے۔ جو مقدمات اور پیش آمدہ اختلافات کا فیصلہ کرتے تھے جس طرح اس سب کے پہلو
بہ پہلو آپ اس کے جنگی قائد بھی تھے۔

جبکہ پہلی منزل میں جب جماعت اسلامی کی تشکیل ہوئی تھی یہ کہا جا چکا ہے کہ لھا نظامها
الخاص فی تشریعه والادارة والحکم (یعنی) قانون انتظام ملکی اور فیصلہ قضایا میں اس کا
ایک خاص نظام تھا، تو حکومت میں کیا کمی تھی جو مدینہ منورہ میں آ کر پوری ہوئی، کیا مدینہ میں آنے
کے بعد کوئی تاجپوشی ہوئی؟ کیا کوئی تخت نشینی ہوئی؟ کیا رسولؐ نے اپنے لیے نبی اور رسول کے

علاوہ ظل اللہ کی قسم کا کوئی لقب اختیار کیا؟ جب یہ کچھ پتہ نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ مدینہ میں آکر دین نے دولت کی شکل اختیار کر لی؟

اس کے علاوہ اگر یہ مانا جائے کہ مکہ معظمہ میں پیغمبر کی حیثیت صرف نبی اور رسول کی تھی اور مدینہ آکر حاکم و رئیس کی حیثیت ہو گئی تو سوال یہ ہے کہ اس حکومت کے لیے آپ کا انتخاب کیا مسلمانوں کے اختیار سے ہوا؟ کیا کوئی مجلس شوریٰ مرتب ہوئی؟ کیا مسلمانوں کا کوئی جلسہ ہوا؟ کیا رائے شماری ہوئی؟

جب یہ کچھ نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا تو یہ کیوں نہ مانا جائے کہ نظام اسلام میں حکومت کا منصب قیادت دینی سے الگ کوئی نہیں ہے۔ اس لیے جو خالق کی طرف سے قیادت دینی کے لیے بحیثیت نبیؐ و رسولؐ مقرر کیا گیا تھا وہ اسی کے نتیجہ میں جب دائرۂ عمل وسیع ہوا تو حاکم مملکت کی حیثیت سے بھی کارفرما ہو گیا اور قائد جیوش کی حیثیت سے بھی میدان میں آگیا۔ یہی اسلام میں دین و دنیا کے امتزاج کا اصولی تقاضہ ہے اور اسی پر اسلام کے دور اساسی میں عمل ہوا۔

اس کے بعد کبھی اگر مسلمانوں میں دین و دنیا کی تقسیم ہو گئی کہ کوئی مسائل فقہیہ میں مرجع ہو کوئی قاضی احکام ہو، کوئی حاکم مملکت ہو اور کوئی قائد جیوش تو ماننا چاہیے کہ یہ تقسیم اسلام کے نظام اساسی کے خلاف ہے جس طرح انتخاب کو عوام کے اجماع یا شوریٰ سے وابستہ کرنا اصولِ اساسی کے خلاف ہے جس کی بنا پر کسی ایسی حکومت کو جو اس طرح قائم ہو مسلمانوں کی حکومت کہا جا سکتا ہے مگر واقعۃً "اسلامی حکومت" نہیں سمجھا جا سکتا وہ کہتے ہیں کہ قرآن نے اس حکومت کے اساسی اصول کو اس آیت میں بیان کیا ہے کہ:۔

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان

تنازعتم فی شیء فردوه الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاٰخر ذالک خیر واحسن تاویلا (سورۃ النساء)

مگر سوال یہ ہے کہ کیا رسولؐ کی اطاعت مسلمانوں پر مدینہ ہی میں آکر واجب ہوئی کیا مکہ میں یہ اطاعت واجب نہ تھی؟

یہ اطاعت مطلقہ تو خدا ورسولؐ کی بمقتضائے دین ہر فرد مومن پر واجب ہے اسے ملک وسلطنت سے کیا واسطہ؟

پھر جبکہ اللہ کی اطاعت ذاتاً واجب ہے اس میں ہمارے اختیار کو دخل نہیں ہے اور رسولؐ کی اطاعت منجانب اللہ واجب ہے۔ اس میں ہمارے اختیار کو دخل نہیں، تو اولی الامر کو کیوں یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کا تقرر ہمارے ہاتھ میں ہے بلکہ یہی سمجھنا چاہئیے کہ ان کا تقرر بھی خدا ورسولؐ ہی کی طرف سے ہوگا، ہمارے اختیار کو کوئی دخل نہیں ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:۔ واحتفظ الخلفاء لبعد وفاۃ النبی بھذہ السلطان جمیعھا باستثناء النبوۃ۔

"رسولؐ کی وفات کے بعد خلفاء نے نبوت کے سوا ان تمام قسم کے اختیارات کو اپنے لیے محفوظ رکھا۔

لیکن یہ اختیارات پیغمبرؐ کو تو بمقتضائے نبوت حاصل ہوئے تھے۔ پھر وہ خلفاء کی طرف کس طرح منتقل ہوئے؟ اس کے علاوہ یہ بنائے واقعہ ہے بھی غلط۔ خلفاء کے دور میں تو امیر مملکت، مفتیٔ شریعت، قاضیٔ احکام اور قائدِ جیوش کے الگ الگ منصب ہو کر ان اختیارات کو تقسیم کر دیا گیا۔ اور ایک وقت تو شریعت وقضا کو تابع سیاست دنیا بنا دیا لیکن یہ سب باتیں روحِ اسلامی کے بالکل خلاف تھیں۔

ممکن ہے انہیں فرقہ وارانہ سوالات قرار دیا جائے لیکن اگر ایسے مشترک کلوکیم میں ایسے اختلافی نقطۂ نظر کا اظہار فرقہ واریت نہیں ہے تو اس پر ایراد کیوں فرقہ واریت سمجھا جائے؟

اور سنیئے۔ ڈاکٹر طٰہٰ صاحب فرماتے ہیں :۔

"اسلام نے عربوں کو پہلے تو دین کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا۔ پھر ان میں ایک سیاسی اتحاد پیدا کیا۔ جس نے ان میں اپنے اوپر اعتماد پیدا کیا اور انھیں آمادہ کیا، کہ وہ جزیرۃ العرب کے حدود سے آگے بڑھیں۔ چنانچہ خلیفہ دوم کے عہد میں انھوں نے شام، فلسطین، مصر، عراق اور ایران فتح کیا۔ پھر اموی خلیفہ ولید کے عہد میں از سر نو حملہ شروع کیا گیا تو اندلس، سندھ اور ماوراء النہر فتح کیے۔"

اس عبارت میں دوستی کے پردے میں اسلام کے مخالف اتنے جراثیم ہیں جن کی توقع کسی دشمن ہی سے کی جا سکتی ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام فقط عرب قومیت کو فروغ دینے اور انھیں تمام دنیا پر مسلط کرنے کے لیے آیا تھا۔ اور دین کا نام فقط ان کی تنظیم کا ذریعہ اور انھیں منظم کر کے فتح ممالک کا ایک بہانہ تھا۔ جو بالکل واقعہ کے خلاف ہے۔

اس نے دین کے جھنڈے کے نیچے فقط عرب کو جمع کیا؟ اور شروع ہی سے سلمان فارسی کو اتنی عزت دیکر جو بہت سے عربوں کو حاصل نہ تھی کیا عرب اور غیر عرب کو ایک کرنے کا پیغام نہیں دیا؟ بلال حبشی کو اتنی فوقیت دیکر کیا رنگ کے امتیاز کو ختم نہیں کیا؟ صہیب رومی کو جماعت میں شامل کر کے کیا مشرق و مغرب تک کے فرق کو نہیں مٹایا؟ پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اس نے عرب کو دین کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا اور پھر ان کی سیاسی تنظیم کر کے ان میں فتح ممالک کا ولولہ پیدا کیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ دین اسلامی نے تمام عالم انسانی کے لیے ایک متحدہ قومیت کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ جس کے ایک جزو کی حیثیت سے عربوں کی بھی تنظیم ہو گئی اور ان کے ساتھ بہت سے دوسرے صالح عناصر جذب ہو ہو کر شریک ہو رہے تھے جس سے پیغمبر اسلامؐ نے اپنی حیات میں ایک مشترک انسانی جامعہ کی تشکیل کر دی تھی۔ جس کے سربراہ وہ خود تھے اور سب بحیثیت ایک زعیم دین کے آپ کی اطاعت کرتے تھے جو اس اطاعت سے بدرجہا زیادہ تھی جو کسی ملک کی رعایا اپنے بادشاہ کی کرتی ہے۔ اس نے سلطنت کے مفادات کو بدرجۂ اتم پورا کر کے بادشاہیت اور شہنشاہیت کے تخیلات کو بے ضرورت اور دور از کار بنا دیا تھا۔

اگر یہ دھارا اسی سمت میں بہتا رہتا تو اسلامی فتوحات کا انداز مختلف ہوتا وہ ممالک پر قبضہ نہ کرتا بلکہ اہل ممالک کی تبدیلیٔ ماہیت کر کے نہ صرف جغرافیائی خطوط مملکت کو محو کرتا بلکہ درمیان کے قومی نسلی اور ملکی تعصبات کے تخیلی انقسامات کو بھی مٹا دیتا اور ایک وقت عرب و عجم کی تفریق ہی ختم ہو جاتی جس میں فاتح اور مفتوح کا کوئی تصور بھی پیدا نہ ہوتا۔ مگر اسلامی تنظیم میں کچھ عناصر جو روح اسلامی کو اپنے دل میں جگہ دیے بغیر صرف سیاسی وجوہ سے شامل ہو گئے تھے انھوں نے حضرت پیغمبر خداؐ کے بعد اسلامی تنظیم کا لباس پہنا کر دوسرے اقوام کو مغلوب و مفتوح بنانے کے منصوبے بنا لیے جس نے اسلامی ملک کو مادی حیثیت سے بہت وسیع کیا۔ اور سطحی فوائد عارضی طور پر بہت حاصل کیے۔ مگر اسلام کے حقیقی مفاد اور عالم انسانی میں اس کی فطری مقبولیت کو اتنا بڑا نقصان پہنچایا۔ جس کی تلافی ناممکن ہے اور دوسرے اقوام کے لیے دین اسلام کے قریب آنے کی راہ میں ایک بڑی ذہنی دیوار حائل کر دی جسے ڈاکٹر صاحب کے ایسے اسلام کے نادان دوست اسلام کی غلط ترجمانی سے وقتاً فوقتاً

اوپچا کرتے رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ :-

"اسلام کی چڑھائی ان ملکوں پر تخریبی نہ تھی بلکہ یہ ایک ایسی چڑھائی تھی جو وہاں کے موجودہ تمدن کو باقی رکھنے والی اور اس کے تحفظ اور حمایت پر آمادہ کرنے والی تھی۔"

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلام ان کی ہر چیز کو باقی رکھنے کا ذمہ دار تھا تو پھر چڑھائی ہوتی کاہے کے لیے تھی؟

فرض کیجئے وہاں کی تہذیب میں مشرکانہ رسمیں تھیں تو کیا اسلام ان کی حمایت و حفاظت کا بھی کفیل تھا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس چڑھائی سے ان کو کوئی پیغام پہنچانا اور انکی زندگی میں کوئی انقلاب پیدا کرنا مقصود نہیں ہوتا تھا، تو پھر یہ کہیے کہ اپنی جوع الارض کو تسلی دینا اور غلبہ و اقتدار کی پیاس کو بجھانا تھا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ڈاکٹر صاحب سرخی قائم کرتے ہیں :- الثقافۃ الاسلامیۃ مزیج۔

یعنی اسلامی کلچر مخلوط شئے ہے اور اس کے تحت میں لکھتے ہیں کہ اسلامی کلچر کا خاص امتیاز یہ ہے کہ بہت سی تہذیبوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے تحت میں پھر سرخی ہے۔ "کہ وہ اجزا اور موثرات جنھوں نے اسلامی کلچر کی تشکیل کی" اس میں :-

(الف) مختلف اقوام عرب، ایرانی، ترک، بربر وغیرہ۔

(ب) مذہبی جماعتیں مسلمان، عیسائی، یہودی، صابئہ، حران،

(ج) قدیم دنیا کا متروکہ۔ یونان، فارس اور ہندوستان

اسی طرح کیا وہ قول صحیح نہیں ہو جاتا جسے اسی کلوکیم میں ایک مقرر نے پنڈت نہرو کی زبانی نقل کر کے اسکی بڑی سختی کے ساتھ رد کی کہ "اسلام کا کوئی خاص کلچر نہیں ہے۔" ڈاکٹر صاحب نے برائے بیت کہنے کو کہہ دیا ہے کہ۔

"اس کلچر میں دو چیزوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے - ایک دینِ اسلام اور دوسرے عربی زبان"
چنانچہ عربی نے زیادہ ان زبانوں پر اثر ڈالا جو ممالکِ اسلامیہ میں مستعمل تھیں جیسے
فارسی اور ترکی اور اردو اور سواحلی اور ملادی، ان زبانوں نے صرف عربی خط کو قبول نہیں
کیا بلکہ بہت سے الفاظ و تعبیرات بھی لیئے۔"

مگر اس کے بعد انھوں نے اسلامی کلچر پر ایران کے اثر کی جو تفصیل بیان کی ہے
اس میں کہتے ہیں کہ:-
"یہ اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں میں طعام، لباس، موسیقی اور درباری اجتماعات میں نمایاں ہے"
اول تو یہ بات عالمِ اسلامی کے تمام نقاط میں کلیتہً درست نہیں ہے مثلاً ہندوستان
میں یو۔پی میں بیشک ایران کا اثر نمایاں ہے مگر پنجاب، سندھ، بنگال، مدراس وغیرہ
میں طعام و لباس اور دیگر اطرافِ حیات میں یہ اثر بالکل مفقود ہے بلکہ پنجابی مسلمان اپنے
غذا و لباس وغیرہ میں پنجابی ہندو سے اور سندھی مسلمان اپنے غذا و لباس اور رہن سہن
کے طریقوں میں سندھی ہنود سے اور بنگالی مسلمان ان باتوں میں بنگالی ہندو سے اور
مدراسی مسلمان مدراسی ہندو سے بہت کم مختلف ہے۔

یو۔پی میں ایرانی اثرات اس لیے زیادہ نمایاں ہیں کہ یہاں کے مسلمان گھرانے
عموماً ایران سے ہجرت کر کے آئے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان میں جو ایرانی
اثرات ہیں وہ ایرانی نسل کے کلچر کی نشانی ہیں۔
جس طرح دوسرے صوبے کے مسلمانوں کا جو تمدن ہے وہ ان کے قدیمی
نژاد کے اثرات میں سے ہے۔ اسے اسلام سے کیا علاقہ ہے۔ جو اسے
"اسلامی کلچر" کے اجزاء میں داخل کیا جا رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب اس فہرست میں موسیقی کو بھی داخل کیا جا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی کلچر کی نشان دہی میں آپ کے نزدیک ان حدود و قیود کی بھی ضرورت نہیں ہے جو دین اسلام نے مامورات و منہیات کے ذریعہ سے عائد کیے ہیں۔ تو پھر اسلامی کلچر کی تشکیل میں دینی گروہوں کے نام کیوں لیے گئے ہیں بلکہ اسی میں مشرکین کو بھی داخل کیجیے، جن کے تصورات کی بیخ کنی کے لیے اسلام آیا تھا۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ ہر ملک کے مسلمانوں کی اکثریت میں وہاں کی مشرک جماعتوں کے بھی بہت سے رسم و رواج داخل ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں کتنے مسلمان ہیں جو ہولی دیوالی کی رسمیں کرتے ہیں، بلکہ یہاں کے بادشاہوں نے بھی ان میں حصہ لیا ہے۔ شادی بیاہ میں کتنی رسمیں ہیں جو ہندوؤں کے یہاں سے ہندوستانی مسلمانوں میں آئی ہیں۔ اور اسی طرح مختلف تقریبات میں کتنی نشانیاں ملکی کلچر کی پائی جاتی ہیں۔ یہ سب چیزیں پھر اسلامی کلچر کے عناصر ترکیبی میں داخل ہوں گی۔

لکھتے ہیں کہ "ترکوں کے اثرات حربی اور اداراتی پہلوؤں میں نمایاں ہیں اور ان کی شجاعت و بہادری نے اسلام کو بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔ اور ترک خاندانوں نے سقوط بغداد کے بعد عالم اسلامی کے بہت سے اجزاء پر حکومت کی ہے۔"

اگر ان باتوں سے اسلامی کلچر میں دخیل ہونا ثابت ہو جاتا ہے تو پھر انگلستان فرانس، اٹلی بلکہ روس کو اسلامی کلچر کے تشکیلی عناصر میں

کیوں نہیں درج کیا جاتا۔ اس لیے کہ یہ عالم اسلامی کے بڑے بڑے حصوں پر صدیوں حکومت کر چکے ہیں اور اب بھی بہت سے حصوں پر حکومت کر رہے ہیں۔

یقیناً ان کے محکوم ممالک کے مسلمانوں میں غذا و لباس، معاشرت اور ہر شعبۂ زندگی میں ان کے اثرات بالکل نمایاں ہیں۔

اور سلسلے ارشاد ہوتا ہے :-

اما البربر فقد قضی العرب حوالی خمسین عاما لاخضاعهم وکسب صداقتهم وبمساعدتهم استطاع العرب فتح الاندلس

لا رہ گئے بربری تو واقعہ یہ ہے کہ عربوں کو ان کے دبلانے اور ان کی دوستی حاصل کرنے میں تقریباً پچاس برس لگے۔ اور ان ہی کی مدد سے عرب اندلس کو فتح کر سکے۔"

تو اس سے کیا ہوا؟ اسلامی کلچر میں ان کا حصہ ہو گیا؟

تراث العالم القدیم کے تحت میں ارشاد ہوتا ہے کہ عربوں نے نہ صرف قیصر و کسریٰ اور خاقان کے ممالک کو حاصل کیا بلکہ ایران اور فارس اور ہندوستان کا فلسفہ اور وہاں کے علوم بھی لیے اور اس کے سبب سے عالم اسلامی میں نئی نئی عقلی اور تہذیبی تحریکیں اٹھیں۔ جیسے معتزلہ کی تحریک" اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام خود اپنا نہ کوئی فلسفہ رکھتا ہے نہ اس کا خود کوئی عقلی سرمایہ ہے۔ یہ سب اس کے پاس اموالِ غنیمت میں آیا ہے جسے اس نے مقبوضہ زمینوں کی طرح ہضم کر لیا ہے۔ کیا اسلام کا کوئی دشمن

اس کے سوا کچھ کہہ سکتا ہے، پھر یہ کہ تاریخی طور پر بھی یوں غلط ہے کہ یونان وغیرہ کے فلسفے عربی میں زمانہ بنی عباس میں منتقل ہوئے ہیں۔ اور معتزلہ کی تحریک اس کے پہلے موجود تھی۔

خاتمہ پر ہمارے پاکستانی ڈاکٹر صاحب نے بھارت کو بھی عزت بخش دی ہے کہ ہندوستان سے عربوں نے فلکیات، طب اور ریاضیت اور ہندسے لیے جو غلطی سے یورپ میں عربی ہندسے مشہور ہیں۔ حالانکہ وہ درحقیقت ہندوستان سے ماخوذ ہیں۔

پورے مقالے کو ختم کرنے کے بعد حضرت دکتور نے یہ دو سطریں لکھی ہیں کہ:۔

کلچر کے ان تمام مخلوط اجزا کے ہوتے ہوئے

لها خصائصها التي تميزها عن غيرها من الثقافات الحضارات۔

پھر بھی اسلامی کلچر کے کچھ خصوصیات ہیں جو اسے دوسرے کلچروں اور تمدنوں سے ممتاز کر دیتے ہیں۔

لیجیئے مقالہ ختم ہوگیا حالانکہ معقولات کا مشہور مسلّمہ ہے کہ:۔

"شیئیۃ الشئ بصورتہ لا بمادتہ"

"ایک شے کی اصل حقیقت اس کی امتیازی صورت سے والبتہ ہے نہ کہ اس کے مادے سے کہ جس میں عموماً اشتراک ہوتا ہے۔

اس لیے اسلامی کلچر پر جو تقریر ہو اس میں انہی امتیازی خصوصیات کا

بیان ہونا چاہیئے جو اسے دوسرے کلچروں سے ممتاز کرتے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب نے
اس موضوع پر تقریر کرتے ہوئے پورا اتفاقہ صرف کر دیا مادی اجزا کے بیان میں اور
جب امتیازات کے بیان کا وقت آیا تو خاموشی۔

بات یہ ہے کہ جو افراد اسلامی کلچر سے خود اپنی ذاتی زندگی میں وابستہ ہی نہیں ہیں
وہ جب اسلامی کلچر پر تقریر کی زحمت فرمائیں تو اس کے سوا ہو ہی کیا سکتا ہے۔

صحیح نقطۂ نظر

جیسے میں نے اس مذاکرہ کی تقریباً آخری تاریخ برکت علی ہال کی اپنی تقریر میں تفصیل کے
ساتھ بیان کیا تھا یہ ہے کہ عموماً جتنے کلچر ہیں سب مختلف اقوام و ممالک میں ملکی یا
نسلی رجحانات کے ماتحت قائم ہوئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات چونکہ ہر شعبہ پر حاوی
ہیں لہٰذا اس کے ہدایات ان تمام شعبوں میں حلال و حرام کے قیود عائد کرتے ہیں
لہٰذا کسی ملک یا قوم کے کلچر میں جہاں تک جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی پابندی
کی جائے وہ کلچر اس ملک یا قوم کے خصوصیات کا حامل رہتے ہوئے بھی
اسلامی کلچر ہو گا۔ اور جب ان قیود کی پابندی نہ کی جائے تو وہ چاہے
خالص عربی کلچر ہو مگر وہ غیر اسلامی ہو جائے گا۔

اس طرح اسلام کا کلچر تمام اقوام و ممالک کے کلچر کا مدِ مقابل نہیں ہے
بلکہ ان سب کو ایک صالح سانچے میں ڈھالنے کا ذمہ دار ہے۔

ناشر:-
جنرل سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان اردو بازار لاہور ۲